قرآن کریم کی روشنی میں سیرت النبی ﷺ پر ڈاکٹر محمد ابو شہبہ اور ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق کی کتب کا اختصاصی مطالعہ

A special study of the books of Seerah by Dr. Muhammad Abu Shahbah and Dr. Abd al-Sabur Marzooq in the light of Qur'anic Prophetic Biography

Qamar Abbas

Arabic Teacher, Worker Welfare Boys School, Morgah, Rawalpindi

Abstract

The Holy Qur'an is the most authentic and fundamental source of Seerah, yet in Arabic literature, there has been relatively limited scholarly work devoted solely to the Seerah based exclusively on Qur'anic verses. Among the notable works in this domain are "Al-Seerah Al-Nabawiyyah fi al-Qur'an al-Kareem" by Dr. Abdus Sabur Marzooq, and "Al-Seerah Al-Nabawiyyah 'ala Dhou' al-Qur'an wa al-Sunnah" by Dr. Muhammad Abu Shahbah. However, Abu Shahbah's work draws upon both the Qur'an and authentic Hadith.

The present research paper provides a critical and analytical study of these two works. It outlines the methodology and style of each book and highlights key themes along with the Qur'anic verses referenced in the discussion of various aspects of Holy Prophet Muhammad (PBUH). The study employs both analytical and descriptive research methods.

Key Words: Qur'anic Seerha, Seerah, Qur'an, Prophetic Biography, Dr. Abd al-Sabur Marzooq, Dr. Muhammad Abu Shahbah, Qur'anic Perspective, Seerah Literature

موضوع کا تعارف

قرآن کریم کی روشنی میں سیرتِ نبوی کی اہمیت

قرآن کریم اللہ جل شانہ کا وہ باکمال معجزہ ہے جو سرکار دو جہاں، رحمت للعالمین حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے قلب اطہر پر جبریل امین ذریعے نازل کیا گیا۔ یہ وہ کتاب ہدایت ہے جو تا قیامت بنی نوع انسان کی فلاح دارین کی ضامن ہے۔ قرآن کریم میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید، رسولوں اور انبیاء کرام کی رسالت و نبوت کی صداقت، اخروی زندگی کی حقیقت، ملائکہ کی حقیقت و مقام، اعمال صالحہ کی ترغیب، برے اعمال سے بچاؤ کی اہمیت،

نیک لوگوں کے لیے انعاماتِ خداوندی، فساق و فجار اور کفار کے لیے عذابِ الٰہی الغرض انسان کی فلاح کی خاطر ہر مضمون کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے، وہیں حضرت نبی کریم ﷺ کی سیرت عالیہ کے کئی گوشوں کو بھی مختلف مقامات میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ بیان کہیں تفصیل سے ہے تو کہیں اجمال سے۔

قرآن کریم میں نبی کریم حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلاَّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ [1]

ترجمہ: اور ہم نے تو آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ام التفاسیر تفسیر ابن جریر کے مصنف علامہ ابن جریر طبریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں دو اقوال نقل کیے ہیں:

1. بعض حضرات کے مطابق آپ ﷺ مومنین اور کفار سب کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں۔ آپ نے اس کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔
2. بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس سے مراد صرف مومنین ہیں۔ کفار کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب دیا جائے گا، لہٰذا آپ ﷺ کی رحمت ان کو محیط نہیں ہے۔ اس کی تائید میں آپ نے ابن زید کا قول نقل کیا ہے۔

یہ دو اقوال نقل کرنے کے بعد ابن جریرؒ نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے جس کے مطابق آپ ﷺ تمام لوگوں بشمول مومنین اور کفار کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ مومنین کے لیے تو آپ ﷺ کا رحمت ہونا محتاجِ بیان نہیں ہے۔ کفار کے لیے رحمت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی وجہ سے ان سے دنیا کا وہ فوری عذاب ٹل گیا جس کا شکار پہلے انبیاء کی نافرمان قومیں ہوتی تھیں اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی وجہ سے آپ ﷺ کی امت کے کفار اس طرح کے عذاب سے محفوظ ہو گئے۔ یہ آپ ﷺ کی ان کے لیے رحمت ہونے کی دلیل ہے۔[2]

جب آپ ﷺ تمام لوگوں کے لیے رحمت ہیں تو یقیناً بطورِ نمونہ آپ ﷺ کی زندگی بھی تمام لوگوں کے لیے اہمیت کی حامل ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کی اتباع کی اہمیت کو قرآن کریم کی کئی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند آیات درج ذیل ہیں:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [3]

ترجمہ: کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾ [4]

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو۔

﴿فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾[5]

ترجمہ: سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے، ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾[6]

ترجمہ: سو جو لوگ حکمِ رسول مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ آپہنچے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[7]

ترجمہ: یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾[8]

ترجمہ: اور تمہیں جو کچھ رسول دیں، لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

مندرجہ بالا آیات سے درج ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں:

1. نبی کریم ﷺ کی اتباع اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل، اس کی محبت اور اس کی بخشش کے حصول کا ذریعہ ہے۔
2. اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے، کیونکہ اللہ کے اطاعت حاصل کرنے کا علم اس کے حبیب ﷺ کی اقوال وافعال ہی سے ممکن ہے۔
3. نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ ﷺ کی نصرت اہلِ ایمان کی اہم نشانی ہے۔
4. حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے سخت عذاب کے مستحق ہیں۔
5. اہلِ ایمان کے لیے نبی کریم ﷺ کی زندگی وہ نمونہ ہے جس پر چل کر وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔
6. اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے اوامر کی بجاآوری اور آپ ﷺ کی طرف سے منع کی ہوئی باتوں سے رک جانے کا حکم دیا ہے۔

سیرت نبوی کی حفاظت کی ضرورت اور اس کے ذرائع

چونکہ حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ عالی تمام لوگوں کے لیے سراپا رحمت، خیر، بھلائی اور شفقت کا باعث ہے اور آپ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے شب وروز لوگوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں، آپ ﷺ کی زندگی ان کے لیے وہ مشعلِ راہ ہے جس پر چل کر وہ اپنے دونوں جہاں سنوار سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ کے مستحق ٹھہر سکتے ہیں تو ضروری تھا کہ اس عظیم نبی خاتم النبیین ﷺ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ ہمارے سامنے ہو، تاکہ ہم اسے دیکھ کر اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق کر سکیں اور دارین کی سعادتیں سمیٹ لیں۔ اس ضرورت کو دیکھتے ہوئے شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام فرما دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

آپ ﷺ کی ہر ہر سنت اور طریقے کو نہ صرف یاد کرتے، سمجھتے، سیکھتے تھے، بلکہ فوراً اسے اپنی زندگی کا حصہ بنا کر اس کو زندہ و جاوید بنا دیتے تھے۔ کتبِ احادیث کے مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے شاگردوں نے آپ ﷺ کی زندگی کے کسی پہلو کو مخفی نہیں رہنے دیا، چاہے اس کا تعلق گھریلو زندگی سے ہو، معاشرتی زندگی سے ہو، سیاسی زندگی سے ہو یا اس کا تعلق زندگی کے کسی حصے سے ہو، انہوں نے خاتم النبیین ﷺ کی تمام سنن کو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے محفوظ کر دیا۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے ان سے سیکھا، اس پر عمل کیا اور یہ تراث اگلی نسل تک پہنچا دی۔ یوں یہ سلسلہ صحابہ کرام سے چلتے چلتے ہم تک آن پہنچا۔

حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر متعدد زبانوں میں اہلِ قلم نے گراں قدر تصانیف لکھی ہیں۔ اس آرٹیکل میں سیرت طیبہ پر عربی زبان میں لکھی گئی درج ذیل دو کتب کا جائزہ لیا جائے گا جنہوں نے قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ بیان کی ہے:

1. السيرة النبوية على ضوء القران و السنة (ڈاکٹر محمد ابو شہبہ)
2. السيرة النبوية في القران الكريم (ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق)

موضوعِ تحقیق کے بنیادی سوالات

1. قرآنی سیرت پر لکھی گئی کتب کا منہج و اسلوب کیا ہے؟
2. قرآنی سیرت پر لکھی گئی کتب میں کون کون سی اور کتنی آیات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے؟

1-السيرة النبوية على ضوء القران و السنة

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد بن محمد بن سویلم ابو شہبہ ہیں۔ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ دار القلم دمشق سے شائع ہوئی ہے۔ آٹھویں طباعت ۱۴۲۷ھ میں ہوئی۔ اس طباعت میں پہلی جلد میں کل ۵۹۱ صفحات ہیں، جبکہ دوسری جلد میں صفحات کی تعداد ۵۷۷ ہے۔

پہلی جلد کے مندرجات

پہلی جلد حضرت محمد ﷺ کی مکی زندگی کو بیان کرتی ہے۔ اس میں درج ذیل امور کا ذکر ہے:

1. مقدمہ کتاب
2. سیرت کے مطالعہ کے لیے تمہیدی مقدمات
3. تین ابواب

1۔ مقدمہ کتاب

مقدمہ کتاب میں مصنف نے کتاب لکھنے کی غرض بیان کی ہے۔ اس میں آپ نے سیرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کی اہمیت کو قرآن، سنت اور آثار صحابہ وتابعین سے مزین کیا ہے۔[9]

2۔ سیرت کے مطالعہ کے لیے تمہیدی مقدمات

اس کے بعد "مقدمات تمهيدية لدراسة السيرة" کے عنوان سے تین مقدمات ذکر کیے ہیں۔

پہلے مقدمے میں اپنی کتاب میں سیرت رسول ﷺ بیان کرنے کا منہج ذکر کیا ہے۔ منہج کے بیان میں آپ نے کل درج ذیل کل نو امور بیان کیے ہیں:

1. سیرت کے موضوع کے متعلق آیات قرآنیہ کا بیان
2. موضوع کے متعلق صحیح احادیث کا بیان
3. تاریخ اور سیرت دونوں طرح کی کتب سے استفادہ
4. مستشرقین کی طرف سے خاتم النبیین ﷺ کی ذات عالی پر کیے گئے بے سروپا اعتراضات کا رد
5. سیرت کے تاریخی واقعات کے ساتھ ساتھ ان سے حاصل ہونے والے نصائح اور اسباق کا ذکر
6. نبی کریم ﷺ کے لیے "عبقری" جیسے القابات کی بجائے اعلیٰ وصف رسالت و نبوت کا بیان[10]
7. حضرت محمد ﷺ کے حسی معجزات کا ذکر
8. اسلامی احکام و عبادات کی تاریخ بیان کرنے کا اہتمام
9. متقدمین کی کتب سے اصل نصوصِ سیرت ذکر کرنے کا اہتمام

دوسرے تمہیدی مقدمے میں آپؒ نے سیرت کی تاریخ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی چند مشہور کتب کا تذکرہ کیا ہے۔ متقدمین سیرت نگاروں کے طبقات اور ان کی تالیفات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے سیرت کی منظوم کتب، ولادتِ نبوی وغیرہ کی کتب (بعد کے ادوار میں لکھی جانے والی وہ کتب جن میں زیادہ تر نبی کریم ﷺ کی صفات و کمالات وغیرہ بیان کیے گئے ہیں اور روایات کی صحت وضعف کا خیال نہیں کیا گیا) اور ان کتبِ تاریخ کا تذکرہ کیا ہے جن کے اندر سیرتِ رسول ﷺ کا ایک معتد بہ حصہ موجود ہے۔

تیسرے تمہیدی مقدمے میں آپؒ نے عصرِ حاضر میں مستشرقین اور اہلِ اسلام کی طرف سے کی جانے والی سیرت نگاری کے اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

3۔ پہلی جلد کے تین ابواب

تمہیدی مقدمات کے بعد تین ابواب کے تحت حضرت محمد ﷺ کی مکی زندگی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

پہلا باب درج ذیل چار فصلوں پر مشتمل ہے:

1. قبل از اسلام عرب کی مختصر تاریخ
2. حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان
3. بیت اللہ کے والیوں اور حضرت محمد ﷺ تک مکہ کی تاریخ کا بیان
4. حضرت عبد اللہ کی حضرت آمنہ کے ساتھ شادی کا بیان

دوسرا باب (میلادِ رسول ﷺ سے بعثت تک) درج ذیل آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے:

1. میلادِ رسول ﷺ کا بیان
2. رضاعتِ رسول ﷺ کا بیان
3. بعد از رضاعت کفالت کا بیان
4. نبی کریم ﷺ کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا بیان
5. قریش کی طرف سے کعبہ کی عمارت کی تعمیرِ نو
6. آپ ﷺ کی قبل از بعثت زندگی کا بیان
7. بعثت نبوی سے قبل معاشرے کی حالتِ زار کا بیان
8. پہلی کتبِ سماویہ میں آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی بشارتوں کا بیان

تیسرا باب بھی کل آٹھ فصول پر مشتمل ہے، جو درج ذیل ہیں:

1. نبوت کا بیان
2. دینِ اسلام کی خفیہ دعوت دور
3. اعلانیہ طور دعوت کا دور
4. مکی زمانے کے چند اہم واقعات کا بیان[11]
5. واقعہ طائف کا بیان
6. واقعہ معراج کا بیان
7. حج کے موقع پر مختلف عرب قبائل سے دعوتِ دین کے لیے تعاون کی درخواست
8. مدینہ کی طرف ہجرت کا بیان

پہلی جلد کے آخر میں مراجع ومصادر کے علاوہ آٹھ مختلف اقسام کی فہارس بھی بیان کی گئی ہیں۔

دوسری جلد کے مندرجات

دوسری جلد کے شروع میں پھر دو مقدمے ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ وہ مقدمے ہیں جو پہلی اور دوسری طباعت کے وقت مصنفؒ کی طرف سے لکھے گئے ہیں۔ اس کے بعد آپؒ نے "بين عهدين: العهد المكي و العهد

المدني" کے عنوان سے مکی اور مدنی زندگی میں آپ ﷺ کی دعوت کے مراحل اور ان ادوار میں اسلامی احکام کی تدریج کا خلاصہ ذکر کیا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے مدنی زندگی کا آغاز اللہ کے گھر مسجد کی تعمیر سے شروع کیا تھا۔ مصنفؒ نے مسجدِ نبوی اور مسجد قبا کی تعمیر کی تفصیلات ذکر کرنے سے پہلے "منزلة المساجد في الاسلام" کے عنوان سے اسلام میں مساجد کی عظمت کا ذکر کیا ہے۔ اس میں آپ نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے استشھاد کیا ہے:

﴿ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَداً ﴾[12]

ترجمہ: اور یقیناً مسجدیں اللہ ہی کی ہیں سو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو مت پکارو۔

اس کے بعد آپؒ نے " حالة المدينة السّياسيّة والاجتماعيّة بعد الهجرة "کے عنوان سے ہجرت کے بعد مدینہ کی سیاسی اور اجتماعی حالت کا ذکر کیا ہے جس میں مدینہ میں یہود کے قبائل کے ساتھ میثاقِ مدینہ، مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاتِ مدینہ، منافقین کے کردار، انصار کی قربانیوں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کے نکاح مبارک کا ذکر کیا ہے۔

مندرجہ بالا چند تمہیدی مباحث کے بعد مصنفؒ نے پہلی جلد کے برعکس دوسری جلد میں ابواب بندی نہیں کی، بلکہ اسے ہجرت نبوی کے بعد کے سالوں کے اعتبار سے ذکر کیا ہے۔ ہجرت کے بعد حضرت محمد ﷺ کی وفات تک کل گیارہ سالوں کے واقعاتِ سیرت کو بالترتیب بیان کیا ہے۔

1۔ ہجرت کا پہلا سال

اس عنوان کے تحت مصنفؒ نے پہلے سال پیش آنے والے تین سرایا (سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ، سریہ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)، ان سرایا پر مستشرقین کی طرف سے کیے جانے والے اعتراض[13] اور محمد حسین ہیکل کی طرف سے دیے گئے جواب کو ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپؒ نے اس سال پیدا ہونے والے اور وفات پا جانے والے صحابہ کا تذکرہ کیا ہے۔

2۔ ہجرت کا دوسرا سال

آپؒ نے اس سال کے تحت جہاد کی مشروعیت کی تفصیلی بحث کی ہے۔ آپ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ جہاد ہجرت کے دوسرے سال میں فرض ہوا۔ آپؒ نے جہاد کی مشروعیت میں نازل ہونے والی والی پہلی آیات کے بارے میں کہا ہے کہ یہ سورۃ الحج کی درج ذیل آیات ہیں:

﴿ أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ

فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ○ الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الأُمُورِ ○﴾[14]

ترجمہ: جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ وہ مظلوم ہیں، بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار صرف اللہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے، گرجے، مساجد، یہودیوں کے عبادت خانے اور وہ مسجدیں بھی ڈھادی جاتیں جہاں اللہ تعالیٰ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا بڑے غلبے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

اس کے علاوہ آپؒ نے جہاد کی مشروعیت کی حکمت، اسلام میں جہاد کا حکم کہ فرض کفایہ ہے یا فرض عین اور شہادت کے فضائل ذکر کیے ہیں۔ اس بحث کے بعد ایک مستقل بحث جہاد کے مختلف تدریجی حالات کے بارے میں بیان کی ہے۔

دوم ہجری میں پیش آنے والے غزوات اور سرایا میں سے غزوہ ابواء/ودان، غزوہ بواط، غزوہ عشیرہ، غزوہ بدر اولی، سریہ عبداللہ بن جحش اور غزوہ بدر کبریٰ کا ذکر کیا ہے۔ غزوہ بدر کبریٰ کا نہایت تفصیلی ذکر کیا گیا ہے جو صفحہ نمبر ۱۲۳ سے صفحہ نمبر ۱۷۸ تک کل چھپن صفحات پر مشتمل ہے۔

اس سال پیش آنے والے واقعات میں سے حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ نیز اس سال وفات پاجانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔

3۔ ہجرت کا تیسرا سال

مصنفؒ نے اس سال واقعہ ہونے والے غزوات اور سرایا میں سے غزوہ کدر، غزوہ غطفان/ذی امر، سریہ زید بن حارثہ/سریہ قردہ، غزوہ احد اور غزوہ حمراء الاسد کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے غزوہ احد کا کافی تفصیلی ذکر کیا گیا ہے جو کتاب کے ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس غزوہ سے متعلق قرآنی آیات کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔

اس برس پیش آنے والے دیگر واقعات میں سے آپ ﷺ کی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

4۔ ہجرت کا چوتھا سال

اس سال پیش آنے والے غزوات اور سرایا میں سے مصنفؒ نے سریہ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، سریہ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ، سریہ رجیع، واقعہ بئر معونہ اور غزوہ بدر ثانی کا تذکرہ کیا ہے۔

غزوہ بدثانی کے حوالے سے آپؒ نے قرآن کریم کی درج ذیل آیت کا ذکر کیا ہے:

﴿ الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَاناً وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾[15]

ترجمہ: وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے کے لیے لشکر جمع کر لیے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔

اس غزوہ کے حوالے سے اس آیت کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ بدر ثانی میں جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑائی کیے بغیر جانے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک حربہ آزمانے کا فیصلہ کیا جس سے بدعہدی کی نسبت کفار کی بجائے مسلمانوں کی طرف ہو۔ اس کے لیے اس نے نعیم بن مسعود سے کہا کہ وہ مسلمانوں کو جا کر قریش کے لشکر سے ڈرائے اور انہیں بتائے کہ قریش نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا ہوا ہے۔ جب اس نے مسلمانوں کو اس کی خبر دی تو مسلمانوں نے ڈرنے کی بجائے مندرجہ بالا آیت کے کلمات " حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ " تلاوت کیے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔[16]

اس سال پیش آنے والے واقعات میں سے آپؒ نے ابو سلمہ اور عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہما کی وفات، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے یہود کی زبان سیکھنے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت اور حضرت محمد ﷺ کی حضرت زیب بنت خزیمہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے شادی کو بیان کیا ہے۔

5۔ ہجرت کا پانچواں سال

مصنفؒ نے اس برس پیش آنے والے غزوات غزوہ دومۃ الجندل، غزوہ مریسیع/بنی مصطلق اور غزوہ خندق/احزاب کا ذکر کیا ہے۔ اس سال پیش آنے والے دیگر واقعات میں سے حج کی فرضیت، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات اور نبی کریم ﷺ کی حضرت زینب بنت جحش اور ام حبیبہ بنت سفیان رضی اللہ عنہما سے شادی کا ذکر کیا گیا ہے۔

غزوہ بنی مصطلق میں انصار اور مہاجرین کے درمیان ہلکی کی تلخ کلامی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عبد اللہ بن ابی منافق نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کرنے کے لیے کہا تھا کہ ہم ان مہاجرین کی مالی مدد نہیں کریں گے، نیز جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم معزز لوگ کمتر مہاجرین کو اپنے شہر سے نکال دیں گے تو اس پر سورۃ المنافقون نازل ہوئی۔

مصنفؒ نے اس پوری سورت میں سے خصوصی طور پر درج ذیل آیات کا تذکرہ کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے زہریلے پروپیگنڈے کا تذکرہ فرمایا:

﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُوْلُوْنَ لا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾[17]

ترجمہ: یہی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر کچھ خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ ادھر ادھر ہو جائیں اور آسمان و زمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں، لیکن یہ منافق بے سمجھ ہیں۔

اسی غزوہ سے واپسی پر واقعہ افک بھی پیش آیا جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور اہلِ اسلام کو ذہنی طور پر بہت تکلیف اٹھانا پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل کرنے کے لیے سورۃ النور کی تیرہ آیات نازل فرمائیں۔ مصنفؒ نے ان آیات کی تفسیر بھی بیان کی ہے۔

سورۃ الاحزاب کے تذکرے میں مصنفؒ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۱ اور ۵۲، سورۃ النور کی آیت نمبر ۶۲ اور ۶۳، اور سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۹ تا ۲۷ کا تذکرہ کیا ہے۔ سورۃ الاحزاب کی مذکورہ آیات کی تفسیر بھی بیان کی ہے۔

سورۃ النساء کی مندرجہ بالا آیات کا مصنفؒ نے اس غزوہ کے حوالے سے یہ شانِ نزول ذکر کیا ہے کہ مدینہ کے یہود نے مسلمانوں کے خلاف قریش سے اتحاد کرنے کے لیے ایک وفد بھیجا جس کی قیادت حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع کر رہے تھے۔ قریش نے ان سے پوچھا کہ ہمارا دین بہتر ہے یا محمد ﷺ کا تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارا دین بہتر ہے، حالانکہ یہود اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ بت پرست اور مشرک ہیں جن کا دینِ ابراہیمی سے کچھ لینا دینا نہیں۔ ان کے اس جھوٹ پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں ان کی اس طرح مذمت بیان کی:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيْباً مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلاءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا سَبِيْلاً ۝ أُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ وَمَنْ يَلْعَنِ اللهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيْراً ۝﴾[18]

ترجمہ: کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے؟ جو بت کا اور باطل معبود کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں۔

اس غزوہ میں سورۃ النور کی آیات کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام خندق کھودنے میں مشغول تھے تو منافقین اس کام کو بوجھ سمجھتے ہوئے آنکھ بچا کر آپ ﷺ سے اجازت لیے بغیر کھسک رہے تھے، جبکہ مومنین میں سے اگر کسی کو کوئی ضروری حاجت پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ

سے اجازت لے کر جاتا۔ منافقین کے اس طرزِ عمل کی برائی بیان کرنے اور ایمان والوں کی تعریف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃالمؤمنون کی درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوهُ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضاً قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنْكُمْ لِوَاذاً فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝﴾[19]

ترجمہ: ایمان والے ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہیں اور جب ایسے معاملہ میں جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہوتی ہے نبی کے ساتھ ہوتے ہیں تو جب تک آپ سے اجازت نہ لے لیں کہیں نہ جاتے۔ جو لوگ ایسے موقع پر آپ سے آپ سے اجازت لے لیتے ہیں حقیقت میں یہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہیں۔ پس جب ایسے لوگ آپ سے اپنے کسی کام کے لیے اجازت طلب کریں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم لوگ اللہ کے نبی کے بلانے کو ایسا بلاوا نہ کر لو جیسا کہ آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے انہیں خوب جانتا ہے جو نظر بچا کر چپکے سے سرک جاتے ہیں۔ سنو جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے شادی کے موقع پر کفار اور منافقین نے زہریلا پروپیگنڈا کیا کہ محمد ﷺ نے اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے سورۃالاحزاب کی آیت نمبر ۴ اور ۵ کے علاوہ آیت نمبر ۳۶ تا ۴۰ نازل فرمائیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا، اس لیے اس کی مطلقہ سے شادی کرنا بہو سے شادی کرنا نہیں ہے۔ نیز ان آیات میں نبی کریم ﷺ کی شان کا بیان ہے کہ یہ شادی دراصل خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوئی تھی۔

مصنفؒ کے نزدیک پانچویں سال میں حج کی فرضیت کا واقعہ پیش آیا۔ آپؒ نے اس قول کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک چھ ہجری اور بعض کے نزدیک نو ہجری کا قول بھی ہے۔ بہر حال آپؒ نے حج کی فرضیت کے لیے قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾[20]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس طرف کی راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے۔

6۔ ہجرت کا چھٹا سال

ہجرت کے چھٹے سال میں اہم ترین واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔اس کے علاوہ آپؒ نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے مختلف حکمرانوں کی طرف لکھے جانے والے دعوتی خطوط، غزوہ بنی لحیان، چند سرایا(سریہ محمد بن مسلمہ، سریہ کرز بن جابر فہری اور سریہ عمرو بن امیہ ضمری)اور شراب کی حرمت کا ذکر کیا ہے۔

مصنفؒ کے نزدیک صلاۃ الخوف کی مشروعیت غزوہ بنو لحیان کے موقع پر ہوئی۔بعض حضرات کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر یہ نماز مشروع ہوئی۔ لہذا آپؒ نے یہاں ہجرت کے چھٹے سال میں اس غزوہ کے ذکر کے موقع پر سورۃ النساء کی درج ذیل آیت کو صلاۃ الخوف کی مشروعیت کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

﴿وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ۔۔۔﴾[21]

ترجمہ: جب تم ان میں ہو اور ان کے لیے نماز کھڑی کرو تو چاہیے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ اپنے ہتھیار لیے کھڑی ہو۔۔۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تسلی اور بشارت کے لیے سورۃ الفتح نازل فرمائی۔ مصنفؒ نے یہاں مکمل سورۃ کی مختصر تفسیر بیان کی ہے۔اس کے علاوہ آپؒ نے سورۃ الممتحنہ کی آیت نمبر ۱۰ کا بھی حوالہ دیا ہے۔اس آیت کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد چند عورتیں اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کے پاس آ گئیں۔ قریش نے آپ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ انہیں معاہدے کے مطابق واپس بھیجا جائے، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ معاہدہ مردوں کے بارے تھا نہ کہ عورتوں کے بارے میں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ کی درج ذیل آیت نازل فرما کر آپ ﷺ کی تائید فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ﴾[22]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان لو دراصل ان کے ایمان کو بخوبی جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔ پھر اگر وہ تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو اب تم انہیں کافروں کی طرف واپس نہ کرو۔

شراب کی حرمت کس سن ہجری میں ہوئی؟اس کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔اس میں چار ہجری، چھ ہجری اور آٹھ ہجری کے اقوال شامل ہیں۔آپؒ کے نزدیک چھ ہجری والا قول راجح ہے۔ شراب کی حرمت کا ذکر کرتے ہوئے مصنفؒ نے اس کی تدریجی حرمت کا ذکر بھی کیا ہے۔اس سلسلے میں آپؒ نے ذکر کیا ہے کہ شراب کی نفرت دلوں میں بٹھانے کے لیے پہلے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۲۱۹ نازل ہوئی:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾[23]

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔

اس کے بعد دوسرے مرحلے میں نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے بارے میں سورۃ النساء کی درج ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَقْرَبُوا الصَّلاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾[24]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نشے میں مست ہو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ، جب تک کہ اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو۔

شراب کی مکمل حرمت سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۹۰ تا ۹۳ سے ثابت ہوتی ہے۔ آپؒ نے یہاں ان آیات کا بھی ذکر کیا ہے۔

7۔ ہجرت کا ساتواں سال

آپؒ نے ہجرت کے ساتویں سال میں پیش آنے والے غزوات و سرایا (غزوہ خیبر، غزوہ ذی قرد، غزوہ ذات الرقاع، سریہ بشیر بن سعد، سریہ غالب بن عبد اللہ) عمرہ قضا، گھریلو گدھوں اور نکاحِ متعہ کی حرمت، نبی کریم ﷺ کی حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما سے شادی اور اہل اسلام اور یہود کے درمیان ہونے والے اختلافات اور لڑائیوں وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ یہود کے قبائل کو جلاوطن کرنے اور ان کے ساتھ غزوات کے واقعات دوسری، چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں پیش آئے، لیکن مصنفؒ نے ساتویں سال ان تمام واقعات کو اکٹھا ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ساتویں سال یہود کے ساتھ مشہور غزوہ خیبر پیش آیا تو آپؒ نے غزوہ خیبر کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ پیش آنے والے پچھلے غزوات وغیرہ کا مختصر تذکرہ کر دیا۔

سریہ غالب بن عبد اللہ میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ جب ایک کافر کو قتل کرنے لگے تو اس کے کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا، لیکن اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ یہ ڈر کے مارے پڑھ رہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے سخت ناراضی کا اظہار فرمایا۔ اس واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی درج ذیل آیت نازل فرمائی:

﴿يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلامَ لَسْتَ مُؤْمِناً تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَياةِ الدُّنْيا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغانِمُ كَثِيرَةٌ كَذلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كانَ بِما تَعْمَلُونَ خَبِيراً﴾[25]

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں جا رہے ہو تو تحقیق کر لیا کرو اور جو تم سے سلام علیک کرے تو اسے یہ نہ کہہ دو کہ تو ایمان والا نہیں۔ تم دنیاوی زندگی کے اسباب کی تلاش میں ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔

پہلے تم بھی ایسے ہی تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا لہٰذا تم ضرور تحقیق و تفتیش کر لیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

جب مسلمان عمرۃ القضاء سے فارغ ہو کر مکہ پہنچے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور سورۃ الفتح کی درج ذیل آیت بار بار دہراتے رہے:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لا تَخَافُونَ فَعَلِمَ ما لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحاً قَرِيباً﴾[26]

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچا دکھایا کہ انشاءاللہ تم یقیناً پورے امن وامان کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوگے سر منڈواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے (چین کے ساتھ) نڈر ہو کر، وہ ان امور کو جانتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے، پس اس نے اس سے پہلے ایک نزدیک کی فتح تمہیں میسر کی۔

مدینہ کے یہود اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے ہرگز نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک بار ایک یہودی شاس بن قیس نے اوس اور خزرج کے چند نوجوانوں کو آپس میں گپ شپ لگاتے دیکھا تو اس سے رہا نہ گیا۔ اس نے انہیں باہم لڑانے کے لیے ایک یہودی نوجوان سے کہا کہ وہ اوس و خزرج میں ہونے والی لڑائی "یوم بعاث" کا ذکر کرے۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے اوس اور خزرج آپس میں لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ جب یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور انہیں سمجھایا۔ اس طرح وہ راضی ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہود ہمیں لڑانا چاہتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقاً مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَى عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلا تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَلا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَاناً وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝﴾[27]

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی کسی جماعت کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد مرتد کافر بنا دیں گے۔ (گویہ ظاہر ہے کہ) تم کیسے کفر کر سکتے ہو؟ باوجود یہ کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلاشبہ اسے راہ راست دکھا دی گئی۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنا چاہیے اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ تعالیٰ کی اس وقت کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی

ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لئے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

اس کے علاوہ مصنفؒ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہود کے ساتھ ہونے والا وہ جھگڑا بھی ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے کہ تم سے قرض مانگتا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہودی کو تھپڑ مارا۔ یہودی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی اور اپنی اس گستاخی کا انکار کیا جس پر قرآن کریم کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تصدیق کی گئی:

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۝﴾[28]

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں ان کے اس قول کو ہم لکھ لیں گے۔ اور ان کا انبیا کو بلا وجہ قتل کرنا بھی، اور ہم ان سے کہیں گے کہ جلنے والا عذاب چکھو۔ یہ تمہارے پیش کردہ اعمال کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

یہود نے اس سے علاوہ یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے یہ عہد لے رکھا ہے کہ جب تک کوئی رسول تمہارے پاس ایسی قربانی کر کے نہ دکھائے جسے آسمان سے آگ آ کر کھا جائے اس وقت تک تم لوگوں نے اس نبی پر ایمان نہیں لانا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیات کے بعد ان کی تکذیب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّى يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾[29]

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آگ کھا جائے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو مجھ سے پہلے تمہارے پاس جو رسول دیگر معجزوں کے ساتھ یہ بھی لائے جسے تم کہہ رہے ہو تو پھر تم نے انہیں کیوں قتل کیا؟!

اسی طرح ایک یہودی عالم مالک بن صیف نبی کریم ﷺ سے مناظرہ کرنے کے لیے آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰؑ پر تورات نازل کی کہ کیا تم نے تورات میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے فربہ عالم کو ناپسند کرتا ہے؟ وہ یہودی عالم خود ایسا تھا۔ اس پر وہ غصے میں بپھر کر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ جب اسے اس کے ساتھیوں نے ملامت کی تو کہنے لگا کہ مجھے حضرت محمد ﷺ نے غصہ دلا دیا تھا جس کی وجہ سے میں نے ایسے کہا۔ اس کی مذمت کرتے ہوئے قرآن کریم میں درج ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿وَما قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قالُوا ما أَنْزَلَ اللّٰهُ عَلى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتابَ الَّذِي جاءَ بِهِ مُوسى نُوراً وَهُدىً لِلنّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَراطِيسَ تُبْدُونَها وَتُخْفُونَ كَثِيراً وَعُلِّمْتُمْ ما لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلا آباؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ﴾[30]

ترجمہ: اور ان لوگوں نے، اللہ کی جیسی قدر کرنا واجب تھی ویسی قدر نہ کی جب کہ یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی آپ یہ کہیئے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ لائے تھے جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے جس کو تم نے ان متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کرتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔ آپ کہہ دیجیئے کہ اللہ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے خرافات میں کھیلتے رہنے دیجیے۔

مصنفؒ نے بطورِ مثال یہود کی مندرجہ بالا شرارتیں اور گستاخیاں ذکر کی ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اس کے علاوہ بھی کئی مسائل میں انہوں نے مکر وفریب سے کام لیا۔ اپنی انہی شرارتوں کی وجہ سے وہ عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے جب ان کا اوس و خزرج کے ساتھ جھگڑا ہوتا تھا تو وہ ان سے کہتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوں گے تو ہم ان پر ایمان لا کر تم پر فتح پا لیں گے۔ اس بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۸۹ تا ۱۰۱ میں کیا ہے۔

اس کے بعد مصنفؒ نے یہود کے تینوں قبائل کے ساتھ ہونے والے معرکوں کا یکے بعد دیگر ذکر ہے اور اس ضمن میں آنے والی قرآن کریم کی آیات کا حوالہ بھی دیا ہے۔

آپؒ نے غزوہ بنی قینقاع کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے کہ غزوہ بدر میں اہلِ اسلام کی فتح کے بعد بنو قینقاع نے آپ ﷺ کو چیلنج دیا کہ آپ لوگوں نے ایسے لوگوں سے لڑائی جیتی ہے جنہیں جنگ کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ اگر آپ کا مقابلہ ہم سے ہوا تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جنگ کسے کہتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (12) قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ﴾[31]

ترجمہ: کافروں سے کہہ دیجئے! کہ تم عنقریب مغلوب کئے جاؤ گے اور جہنم کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ یقیناً تمہارے لئے عبرت کی نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو گتھ گئی تھیں، ایک جماعت تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہی تھی اور دوسرا گروہ کافروں کا تھا وہ انہیں اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی مدد سے قوی کرتا ہے۔ یقیناً اس میں آنکھوں والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

جب بنو قینقاع کا محاصرہ کرنے کے بعد ان کے بارے میں مشورہ کیا گیا تو مسلمانوں میں ان کے حلیف حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ان کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ اس پر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر سرکش کفار کی دوستی سے براءت کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ عبداللہ بن ابی منافق بھی ان کا حلیف تھا۔ اس نے کہا کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے انہیں اپنے بال بچوں سمیت جانے دیا، لیکن ان کا مالِ غنیمت مسلمانوں کے لیے چھوڑنے کا حکم دیا۔ اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۱ تا ۵۵ نازل فرمائیں جس میں مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ دلی دوستی سے منع فرمایا گیا اور منافقین کی مذمت بیان فرمائی گئی جو کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے دشمنی کرنے میں برے حالات کا خوف ہے۔

یہود کے دوسرے قبیلے بنو نضیر کو بھی جلا وطن کیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ الحشر نازل فرمائی جو ۲۴ آیات پر مشتمل ہے۔ مصنف ؒ نے یہاں سورۃ الحشر کی مختصر تفسیر بھی بیان کی ہے۔

تیسرے یہودی قبیلے بنو قریظہ نے غزوہ خندق میں قریش کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان کے خلاف جہاد کرتے ہوئے ان کا محاصرہ کیا گیا جو تقریباً پچیس روز پر مشتمل تھا۔ آخر کار وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے اپنے بارے میں فیصلے پر راضی ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ ان کے نوجوانوں کو قتل کیا جائے اور عورتوں بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمان کے مطابق یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے عین مطابق تھا جس کی مدد سے ان سرکش غداروں کا قلع قمع کر دیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاحزاب میں درج ذیل آیات نازل فرمائیں:

﴿وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقاً تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقاً ۝ وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضاً لَمْ تَطَئُوهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيراً ۝﴾[32]

ترجمہ: اور جن اہل کتاب نے ان (دشمنوں) کی مدد کی تھی، انہیں اللہ ان کے قلعوں سے نیچے اتار لایا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ (اے مسلمانو! ان میں سے کچھ کو تم قتل کر رہے تھے، اور کچھ کو قیدی بنا رہے تھے۔ اور اللہ نے تمہیں ان کی زمین کا، ان کے گھروں کا اور ان کی دولت کا وارث بنا دیا، اور ایک ایسی زمین کا بھی جس تک ابھی تمہارے قدم نہیں پہنچے اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

یہود کے ساتھ پیش آنے والے مندرجہ بالا واقعات تو وہ ہیں جو پچھلے برسوں میں پیش آئے تھے، لیکن مصنف ؒ نے غزوہ خیبر کے ساتھ سب کو اکٹھا ذکر کر دیا۔ اس کے بعد آپ ؒ نے غزوہ خیبر کا ذکر کیا۔ آپ ؒ نے ذکر کیا کہ صلح حدیبیہ سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے فتح خیبر کی خوش خبری ان الفاظ میں دے دی تھی:

﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلامَ اللَّهِ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ كَانُوا لا يَفْقَهُونَ إِلاَّ قَلِيلاً ۝﴾[33]

ترجمہ: اور جن اہل کتاب نے ان سے ساز باز کر لی تھی انہیں (بھی) اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کے دلوں میں (بھی) رعب بھر دیا کہ تم ان کے ایک گروہ کو قتل کر رہے ہو اور ایک گروہ کو قیدی بنا رہے ہو۔ اور اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا اور ان کے گھر بار کا اور ان کے مال کا وارث کر دیا اور اس زمین کا بھی جس کو تمہارے قدموں نے روندا نہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

8۔ ہجرت کا آٹھواں سال

مصنفؒ نے اس سال پیش آنے والے غزوات یعنی غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین اور غزوہ طائف کے علاوہ سریہ موتہ، سریہ ذات السلاسل، سریہ بنی مصطلق اور سریہ اوطاس کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن عاص، حضرت عثمان بن طلحہ اور حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہم کے اسلام لانے کا ذکر کیا ہے۔ نیز سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی وفات اور آپ ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

فتح مکہ کے سے پہلے جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے قریش کو خط لکھ کر مسلمانوں کی تیاری کی خبر دی تھی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ کی متعدد آیات نازل فرمائیں۔ مصنفؒ نے ان میں سے سورۃ الممتحنہ کی صرف پہلی آیت کا ذکر کیا ہے۔

مصنفؒ نے فتح مکہ کے بعد لوگوں کے جوق در جوق ایمان لانے کو سورۃ النصر کی خوش خبری کا مصداق قرار دیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف مدد اور فتح آ جائے گی تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے۔

آپؒ نے غزوہ حنین کے ذکر کے بعد اس بارے میں نازل ہونے والی سورۃ التوبہ کی درج ذیل آیات کا تذکرہ کیا ہے:

﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئاً وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُوداً لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾[34]

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جب کہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہو گیا تھا، لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔ پھر اللہ نے اپنی طرف کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ

نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی۔ ان کفار کا یہی بدلہ تھا۔ پھر اس کے بعد بھی جس پر چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی توجہ فرمائے گا اللہ ہی بخشش و مہربانی کرنے والا ہے۔

اسی برس رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق سے صدقات کی وصولی کے لیے حضرت ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ لوگ ان کے استقبال کے لیے ہتھیاروں سے لیس ہو کر باہر نکل آئے۔ یہ سمجھے کہ مجھ پر حملہ کرنے نکلے ہیں۔ یہ وہاں سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ ﷺ کو بتایا کہ وہ لوگ باغی ہو گئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر روانہ کیا، لیکن وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ وہ لوگ باغی نہیں ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجرات کی درج ذیل آیت نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْماً بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[35]

ترجمہ: اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

2۔السيرة النبوية في القرآن الكريم

یہ کتاب ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق کی لکھی ہوئی ہے۔ اسے رابطہ عالم اسلامی نے ۱۴۰۱ھ میں مکہ مکرمہ سے شائع کیا ہے۔ کتاب ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ کتاب کے شروع میں رابطہ عالم اسلامی کے امین شیخ محمد بن علی حرکان کی تقریظ ہے جس میں شیخ محمد حرکان نے سیرت رسول ﷺ کی قرآنی آیات سے استنباط کی اہمیت اجاگر کی ہے۔ اس کے بعد مصنف عبد الصبور مرزوق کا مقدمہ ہے۔ مقدمے میں آپ نے سیرت کی بے شمار کتب کی موجودگی کے باوجود اپنی کتاب لکھنے کا سبب بیان کیا ہے۔ وہ سبب یہ ہے کہ سیرت کی کتب محض روایات اور واقعات پر مشتمل ہیں۔ ان میں سے بعض واقعات کی صحت و سند مضبوط نہیں ہے۔ لہذا تصدیق کے لیے ہمیں قرآن کریم کی طرف ضرور رجوع کرنا پڑتا ہے جو اس معاملے میں حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کریم نبی کریم ﷺ کی زندگی اور اس سے حاصل ہونے والے اسباق کو نہایت عمدہ طریقے سے بیان کرتا ہے۔ مقدمے میں ہی آپ نے سیرت رسول ﷺ سے متعلق قرآن کریم کی کئی آیات کا حوالہ بھی دیا ہے۔[36]

کتاب کا منہج و اسلوب

1۔کتاب کا عمومی مقصد

مصنف نے سیرتِ نبوی ﷺ کو صرف تاریخی واقعہ نہیں سمجھا، بلکہ قرآن کریم کے آئینے میں نبی کریم ﷺ کی شخصیت، مشن، دعوت، اور تعاملات کو اجاگر کیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ سیرت کو قرآن کی روشنی میں سمجھا جائے نہ کہ صرف روایات یا سیرت کی نثری کتب میں۔

2۔ منہج تحریر

1. ہر موضوع یا باب میں قرآنی آیات کا انتخاب کیا گیا ہے جو اس عنوان سے متعلق ہوں۔
2. آیات کا عربی متن دیا گیا ہے، پھر اس کی تشریح اور نبی ﷺ کی زندگی سے تعلق بیان کیا گیا ہے۔
3. بعض مقامات پر سیرت کی روایات یا تاریخی واقعات کو بطور توضیح استعمال کیا گیا ہے، مگر اصل منہج قرآنی آیات سے متعلق ہے۔
4. مصنف نے ادبی اسلوب کو اپنایا ہے، لیکن وہ تحقیقی دلائل سے خالی نہیں ہے۔

3۔اسلوبِ بیان

1. زبان عربی فصیح اور علمی ہے، مگر پیچیدہ نہیں۔
2. قاری کو بتدریج نبی اکرم ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی طرف لے جایا جاتا ہے۔
3. بعض ابواب میں موضوعاتی ترتیب (مثلاً: دعوت، جہاد، صبر، دشمنوں سے برتاؤ) اپنائی گئی ہے۔

4.اہم امتیازات

1. پہلی بار سیرتِ نبوی ﷺ کو مکمل طور پر قرآنی نصوص کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا گیا۔
2. بعض آیات کی تفسیر میں روایتی تفاسیر کا سہارا لیے بغیر صرف سیرت کے سیاق سے وضاحت کی گئی ہے۔
3. کتاب تبلیغ، اخلاق، صبر، اجتماعی اصلاح جیسے موضوعات پر قرآن کریم کی روشنی میں نبوی انداز واضح کرتی ہے۔

5۔سیرت سے حاصل کردہ دعوتی اسباق

مصنف نے مقدمے کے اختتام پر ہی ذکر کیا کہ قرآنی سیرت میں غور و فکر کرنے کے بعد ہمیں دعوت کے بارے میں دو اہم اصول معلوم ہوتے ہیں:

1. دعوت سراسر ایمان و عمل کا نام ہے، نہ کہ محض کلمات اور شعارات وغیرہ۔اس کے دلائل میں آپ نے قرآن کریم میں سے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۴، سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۹ اور ۳۸ اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۹۵ کا ذکر کیا ہے۔[37]
2. دعوت ایک مکمل عملی نمونے کا نام ہے نہ کہ محض الفاظ کے ذریعے پیغام پہنچا دینے کا۔اس کی دلیل میں آپ نے سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۲۸ اور سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲۹ کا ذکر کیا ہے۔[38]

کتاب کے اہم مندرجات

بعثتِ نبوی سے قبل جاہلی معاشرے کی ایک جھلک

مصنف نے سیرتِ نبوی کی تفصیلات سے قبل زمانہ جاہلیت کی ایک مختصر سی جھلک پیش کی ہے۔اس میں آپ نے قرآن کریم کی آیات کے حوالے سے زمانہ جاہلیت کی مذہبی، معاشی اور معاشرتی زبوں حالی کا تذکرہ کیا ہے کہ

کس طرح وہ اپنے خالق کو بھول کر شرک میں مبتلا تھے، سود اور جوا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا اور عورتوں کے ساتھ انتہائی بہیمانہ سلوک روا رکھتے تھے۔ عورتوں کے ساتھ برے سلوک کے متعلق آپ نے قرآن کریم کی جن آیات کا حوالہ دیا ہے ان میں سے ایک آیت درج ذیل ہے:

﴿ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدّاً وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ ﴾[39]

ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی (پیدائش) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اور وہ دل ہی دل میں کڑھتا رہتا ہے۔ اس خوشخبری کو برا سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے کہ) ذلت برداشت کر کے اسے اپنے پاس رہنے دے، یا اسے زمین میں گاڑھ دے۔ دیکھو انہوں نے کتنی بری باتیں طے کر رکھی ہیں۔

درج ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جاہلیت کے معاشرے میں فضیلت کا معیار اصل انسانی اقدار کی بجائے سراسر مادی اشیاء یعنی حسب و نسب، مالی تفاخر اور جاہ و جلال پر رہ گیا تھا۔

﴿ أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ ﴾[40]

ترجمہ: ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (دنیا کا عیش) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غلفت میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔

وہ رذائل میں اس حد تک گر چکے تھے کہ باپ کی وفات کے بعد اس کی منکوحہ یعنی اپنی سوتیلی والدہ تک کو ترکے میں شامل کر کے اس سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں پر اس گھناؤنے جرم کی برائی اس طرح واضح کی:

﴿ وَلا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتاً وَسَاءَ سَبِيلاً ۝ ﴾[41]

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہارے باپ دادا (کسی وقت) نکاح کر چکے ہوں، تم انہیں نکاح میں نہ لاؤ، البتہ پہلے جو کچھ ہو چکا وہ ہو چکا۔ یہ بڑی بے حیائی ہے، گھناؤنا عمل ہے، اور بے راہ روی کی بات ہے۔

نبوت سے پہلے کے چند واقعات

اس عنوان کے تحت مصنف نے واقعہ اصحاب الفیل کا ذکر کیا ہے اور سورۃ الفیل کی آیات حوالے کے طور پر بیان کی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے نزولِ وحی کے وقت حضرت محمد ﷺ کے حالات کا ذکر کیا کہ کس طرح آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعے کا ذکر کیا اور انہوں نے آپ ﷺ کو تسلی دی۔ آپ نے ذکر کیا کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیات اس کی طرف اشارہ کر رہی ہیں:

﴿ وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحاً مِنْ أَمْرِنَا مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلا الإِيمَانُ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُوراً نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ ﴾[42]

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہارے پاس اپنے حکم سے ایک روح بطور وحی نازل کی ہے۔ تمہیں اس سے پہلے نہ یہ معلوم تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے، لیکن ہم نے اس (قرآن) کو ایک نور بنایا ہے جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگوں کو وہ سیدھا راستہ دکھا رہے ہو۔

﴿ وَمَا كُنتَ تَرْجُوا أَنْ يُلْقَى إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلاَّ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ ﴾[43]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) تمہیں پہلے سے یہ امید نہیں تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی، لیکن یہ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے، لہذا کافروں کے ہرگز مددگار نہ بننا۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو نبوت ملنے سے قبل اس بات کا علم نہ تھا کہ انہیں نبوت عطا کی جائے گی۔ یہ بات صرف اللہ تعالیٰ کے کامل علم میں تھی کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو رہتی دنیا تک کے لیے آخری نبی بنا کر مبعوث کرنا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ عادات کا ذکر

اس کے تحت مصنف نے نبی کریم ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا ذکر کیا ہے۔ پہلے آپ نے پہلی وحی کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وہ مشہور گفتگو ذکر کی ہے جس میں آپ نے حضرت محمد ﷺ کے شریفانہ اخلاق و شمائل یعنی صلہ رحمی، مہمان نوازی اور کمزوروں کی مدد وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ اس حوالے سے آپ نے قرآن کریم کی درج ذیل آیات بیان کی ہیں:

﴿ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾[44]

ترجمہ: (لوگو) تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے، جو مومنوں کے لیے انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے۔

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾[45]

ترجمہ: اور یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو اخلاق کے انتہائی اعلیٰ درجے کا مالک بنایا ہے جس پر کسی بشر کی رسائی تک نہیں ہے۔

اس کے علاوہ یہاں مصنف نے حضرت محمد ﷺ کی نبوت کا تورات و انجیل میں بیان، آپ ﷺ کی نبوت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور بشارت عیسیٰ علیہ السلام، آپ ﷺ کے نبی امی ہونے اور آپ ﷺ کے یتیم پیدا ہونے وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ان ابحاث میں آپ نے سیرت ابن ہشام کے اقتباسات کے ساتھ ساتھ متعلقہ موضوع پر قرآنی آیات کا حوالہ بھی دیا ہے۔

وحی کی ابتداء اور قرآن کریم کی روشنی میں دعوتِ اسلام

اس بحث میں مصنف نے اس عظیم مرحلے پر روشنی ڈالی ہے جب نبی کریم ﷺ پر پہلی بار وحی نازل ہوئی، اور پھر مکہ میں خفیہ دعوت کا آغاز ہوا۔ یہ مرحلہ بعثت کی ابتدا، روحانی انقلاب، اور دعوت کے اولین اصولوں پر مشتمل ہے۔

اس میں آپ نے جن قرآنی آیات کو بطورِ حوالہ کے ذکر کیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾[46]

ترجمہ: پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون (علق) سے پیدا کیا۔ پڑھ! اور تیرا رب سب سے زیادہ عزت والا ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

یہی قرآن کی پہلی وحی ہے جو غارِ حرا میں نازل ہوئی۔ وحی کا آغاز علم، رب کی یاد، اور فکری ارتقاء سے ہوا نہ کہ جنگ یا سیاست سے۔ اس سے نبوت کی بنیاد علم، تعلیم، اور وحی پر رکھی گئی۔

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝﴾[47]

ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے! اٹھو، اور (لوگوں کو) خبردار کرو۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور گندگی کو چھوڑے رہو (جیسے پہلے چھوڑے ہوئے ہو)۔ اور احسان نہ جتاؤ کہ زیادہ حاصل کرو۔ اور اپنے رب کے لیے صبر کرو۔

یہ آیت ابتدائی مرحلے کی دعوتِ دین کے خدوخال ظاہر کر رہی ہے جب آپ ﷺ ابتداء میں نبوت کی عظیم ذمہ داری کی وجہ سے کچھ پریشان تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دینے کے لیے آپ ﷺ کی اس حالت سے مخاطب کیا جس میں اس وقت آپ موجود تھے یعنی اس وقت آپ ﷺ چادر اوڑھے ہوئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو محبت سے اسی طرح مخاطب کیا اور لوگوں کو دین اسلام کی طرف دعوت دینے کا کہا۔ دراصل یہ آیات نبی ﷺ کو دعوت کی عملی ذمہ داری سونپنے کا اعلان ہیں۔

علانیہ دعوت اور مشرکین کا ردعمل

اس باب میں مصنف اس مرحلے کو بیان کرتے ہیں جب نبی کریم ﷺ نے خفیہ دعوت کے بعد علانیہ طور پر دینِ اسلام کی تبلیغ شروع کی، اور اس کے نتیجے میں مکہ کے مشرکین کا شدید ردعمل سامنے آیا۔ اس بحث میں جن آیات کو بطورِ استدلال پیش کیا گیا ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝﴾[48]

ترجمہ: اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈر سناؤ۔ اور ان مؤمنین کے لیے تواضع سے جھک جاؤ جو آپ کی پیروی کریں۔ پھر اگر وہ نافرمانی کریں تو کہہ دو: میں ان (اعمال) سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔

اس آیت میں پہلی بار نبی ﷺ کو قریبی رشتہ داروں کو براہِ راست دعوت دینے کا حکم دیا گیا۔ یہ دعوت "تدریجی تبلیغ" سے "علانیہ اظہار" کی طرف ایک بڑا قدم تھا۔

﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝﴾[49]

ترجمہ: اب آپ کھلے طور پر وہ بات کہہ دیں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور مشرکوں کی پروانہ کریں۔

"فاصدع" کا مطلب ہے: بہانگ دہل اعلان کرنا۔ یہ اعلانِ نبوت کی حتمی شکل تھی جو مکہ کے مشرک معاشرے کے لیے ناقابل قبول تھی۔

مشرکین کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو ایذاء رسانی

مصنف اس باب میں دعوت کے علانیہ مرحلے کے بعد مکہ میں نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ پر ہونے والے مظالم اور ان کے قرآنی تذکرے کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب مشرکین نے مسلمانوں پر زبانی، جسمانی اور سماجی مظالم کی انتہا کر دی۔ اس میں آپ نے قرآن کریم کی ان آیات کو بطورِ حوالہ ذکر کیا ہے جن میں مشرکین کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کو دعوت سے باز رکھنے کے لیے مختلف طرح کی تکالیف دینے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کرنے اور اچھے طریقے سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس بحث میں مصنف نے جن قرآنی آیات کے استشہاد کیا ہے، ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

﴿ وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيراً ۝ أَوْ يُلْقَىٰ إِلَيْهِ كَنزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلاً مَّسْحُوراً ۝ انظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلاً ۝﴾[50]

ترجمہ: اور یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے، اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے؟ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہ کر لوگوں کو ڈراتا؟

﴿إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝﴾[51]

ترجمہ: جب اس کے سامنے ہمارے آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کہتا ہے کہ یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

﴿ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ۝﴾[52]

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ (تمہارے بارے میں) یہ کہتے ہیں کہ: ان کو تو ایک انسان سکھاتا پڑھاتا ہے۔ (حالانکہ) جس شخص کا یہ حوالہ دے رہے ہیں اس کی زبان عجمی ہے۔ اور یہ (قرآن کی زبان) صاف عربی زبان ہے۔

نتائج

1. قرآن کریم سیرتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا سب سے معتبر ماخذ ہے۔
2. قرآن کریم کے علاوہ سیرت کے دوسرے مآخذ میں رد و نقد کی گنجائش موجود ہے، لیکن قرآن کریم اس سے مبرا ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔
3. قرآن کریم میں حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے اہم واقعات، دعوت میں پیش آنے والی مشکلات میں تسلی، مشرکین کی طرف سے نبوی دعوت پر کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات اور غزوات و سرایا کا ذکر موجود ہے جو سیرت کے اساسی پہلو ہیں۔
4. عربی زبان میں خالص قرآنی سیرت پر لکھی گئی کتب کی تعداد محدود ہے۔
5. ڈاکٹر محمد بن محمد ابو شہبہ نے مکمل سیرت کی دیگر کتب کی طرح مکمل سیرتِ نبوی بیان کرنے کا التزام کیا ہے۔ اس میں آپ نے ہر بحث کے متعلق قرآنی آیات کے علاوہ صحیح احادیث سے بھی مدد لی ہے۔
6. ڈاکٹر ابو شہبہ نے اپنی کتاب میں قرآن کریم کی آیات کے علاوہ سیرت اور تاریخ کی قدیم کتب سے بھی استفادہ کیا ہے، لیکن صحیح روایات کا التزام کرنے کی کوشش کی ہے۔
7. ڈاکٹر ابو شہبہ اکثر مقامات پر سیرت کے متعلق قرآن کریم کی آیات کی مختصر تفسیر بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً: صلح حدیبیہ کے تحت سورۃ الفتح کی جامع تفسیر بیان کی ہے۔
8. ڈاکٹر ابو شہبہ نے قرآن کریم کی کل ۴۱۵ آیات سے استدلال کیا ہے جو کسی نہ کسی حوالے سے سیرت سے متعلق ہیں۔
9. ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق کی کتاب "السيرة النبوية في القرآن الكريم" میں صرف قرآنی آیات کی مدد سے نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ بیان کی گئی ہے۔ کہیں کہیں مزید وضاحت کے لیے احادیث کا بھی ذکر ہے، لیکن وہ ضمناً ہے۔
10. ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق نے ہر باب کے تحت اس سے تعلق رکھنے والی قرآنی آیات کا ذکر کیا ہے۔
11. آپ نے آیات کی مختصر تفسیر کے ساتھ ساتھ ان کا سیرت سے تعلق واضح کیا ہے۔
12. آپ نے اپنی کتاب میں سیرت سے حاصل ہونے والے اسباق کا ذکر کر کے سیرتِ نبوی کا عملی پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔
13. بعض آیات میں روایتی تفسیر سے ہٹ کر صرف سیرت کے سیاق و سباق سے آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔
14. ڈاکٹر عبد الصبور مرزوق نے کتاب کو تین بڑے ابواب: "بين يدي النبوة"، "العهد المكي" اور "العهد المدني" میں تقسیم کیا ہے۔ ذیلی عنوانات زیادہ تر آیاتِ قرآنیہ کے الفاظ یا حدیث کے الفاظ کے ساتھ

بنائے ہیں جو ایک منفرد رجحان ہے۔ مثال کے طور پر کتاب کا سب سے آخری عنوان سورۃ المائدہ کی آیت کے الفاظ "الیوم اکملت لکم دینکم" ہیں۔

---

1 سورۃ الانبیاء،۲۱:۱۰۷

2 طبری، ابو جعفر، محمد بن جریر، جامع البیان فی تاویل القرآن، تحقیق: احمد محمد شاکر (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ط۱، ۱۴۲۰ھ)۱۸:۵۵۲

3 سورۃ آل عمران،۳:۳۱

4 سورۃ آل عمران،۳:۳۲

5 سورۃ الاعراف،۷:۱۵۷

6 سورۃ النور،۲۴:۶۳

7 سورۃ الاحزاب،۳۳:۲۱

8 سورۃ الحشر،۵۹:۷

9 ابو شہبہ، محمد بن محمد، السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ (دمشق: دار القلم، ط۸، ۱۴۲۷ھ)۱:۷

10 اس عنوان کے تحت مصنفؒ نے ذکر کیا ہے کہ بہت سے سیرت نگاروں نے نبی کریم ﷺ کی کسی ایک صفت، مثلاً: عبقریت، سیاسی قیادت اور جواں مردی جیسی صفات کو سامنے رکھ کر سیرت تالیف کی ہے۔ آپؒ کا کہنا ہے کہ اگرچہ یہ تمام صفات بلاشبہ نبی کریم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، لیکن سب سے اہم وصف رسالت و نبوت ہے۔ اس وصف کو وہ کفار نہیں مانتے جنہوں نے آپ ﷺ کی مذکورہ صفات کو مدنظر رکھ آپ ﷺ کی زندگی بیان کی ہے۔ اس لیے آپؒ نے اس کتاب میں اس عظیم وصف کی اہمیت بیان کرنے پر زیادہ زور دیا ہے۔

السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ،۱:۱۷-۲۱

11 اس میں مصنف نے ہجرتِ حبشہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام، مقاطعہ قریش، قصہ غرانیق، دوسری ہجرتِ حبشہ، فارس و روم کی لڑائی کا قصہ اور ابو طالب و حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے واقعات ذکر کیے ہیں۔

السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ،۱:۳۴۹

12 سورۃ الجن،۷۲:۱۸

13 مستشرقین نے پہلے سال کے ان سرایا پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے بعد حضرت محمد ﷺ کے ابھارنے کی وجہ سے انصارِ مدینہ نے اپنی طبعی عادت یعنی لوٹ مار سے کام لیتے ہوئے قریش کے قافلوں پر حملے کیے۔ مصنفؒ نے محمد حسین ہیکل کا دیا ہوا جواب نقل کیا کہ انصار کی عادت لوٹ مار کی نہیں تھی، بلکہ وہ توان پسند اور زراعت پیشہ لوگ تھے۔ ان سرایا میں مہاجرین نے قریش کی طرف سے

چھینے گئے اپنے اموال اور املاک کا بدلہ لینے کے لیے ان پر حملے کیے تھے اور ان کا شرعی اور عقلی حق تھا۔ مکہ میں ان کی جائیدادوں پر قریش نے ناحق قبضہ جما رکھا تھا۔

السيرة النبوية على ضوء القرآن والسنة، ۲:۶۹

14 سورۃ الحج، ۲۲:۳۹-۴۱

15 سورۃ آل عمران، ۳:۱۷۳

16 بحرق، محمد بن عمر، حدائق الأنوار ومطالع الأسرار في سيرة النبي المختار (جده: دار المنهاج، ط ۱، ۱۴۱۹ھ) ۲۸۳

17 سورۃ المنافقون، ۶۳:۷، ۸

18 سورۃ النساء، ۴:۵۱، ۵۲

19 سورۃ النور، ۲۴:۶۲، ۶۳

20 سورۃ آل عمران، ۳:۹۷

21 سورۃ النساء، ۴:۱۰۲

22 سورۃ الممتحنہ، ۶۰:۱۰

23 سورۃ البقرۃ، ۲:۲۱۹

24 سورۃ النساء، ۴:۴۳

25 سورۃ النساء، ۴:۹۴

26 سورۃ الفتح، ۴۸:۲۷

27 سورۃ آل عمران، ۳:۱۰۰-۱۰۳

28 سورۃ آل عمران، ۳:۱۸۱، ۱۸۲

29 سورۃ آل عمران، ۳:۱۸۳

30 سورۃ الانعام، ۶:۹۱

31 سورۃ آل عمران، ۳:۱۲، ۱۳

32 سورۃ الاحزاب، ۳۳:۲۶، ۲۷

33 سورۃ الفتح، ۴۸:۱۵

34 سورۃ التوبہ، ۹:۲۵-۲۷

35 سورۃ الحجرات، ۴۹:۶

36 مرزوق، عبد الصبور، ڈاکٹر، السيرة النبوية في القرآن الكريم (مکہ مکرمہ، رابطہ عالم اسلامی، ۱۴۰۱ھ) ۱۹

37السيرة النبوية في القرآن الكريم،٢٦

38السيرة النبوية في القرآن الكريم،٢٨

39سورة النحل،١٦:٥٨،٥٩

40سورة التكاثر،١٠٢:١،٢

41سورة النساء،٤:٢٢

42سورة الشورىٰ،٤٢:٥٢

43سورة القصص،٢٨:٨٦

44سورة التوبہ،٩:١٢٨

45سورة القلم،٦٨:٤

46سورة العلق،٩٦:١-٥

47سورة المدثر،٧٤:١-٧

48سورة الشعراء،٢٦:٢١٤-٢١٦

49سورة الحجر،١٥:٩٤

50سورة الفرقان،٢٥:٧-٩

51سورة القلم،٦٨:١٥

52سورة النحل،١٦:١٠٣